42

حج اور جلسہ سالانہ کے جمعہ کو شروع ہونے سے نیک فال

(فرمودہ 25 دسمبر 1942ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

"اس دفعہ ایسے سامان ہو گئے کہ باوجود اس کے کہ ہمارا جلسہ ہفتہ سے شروع ہونا چاہئے تھا وہ جمعہ سے شروع ہوا ہے کیونکہ گورنمنٹ کی طرف سے جو چھٹیاں دی گئیں وہ صرف جمعہ اور ہفتہ کی تھیں اور باقی چھٹیاں جو پہلے دی جایا کرتی تھیں گورنمنٹ کی ضرورتوں کے لحاظ سے منسوخ کر دی گئیں۔ اس وجہ سے غیر معمولی طور پر یہ جلسہ جمعہ سے شروع ہوا ہے۔ مجھے اس میں ایک بڑی فال نیک نظر آتی ہے اور وہ یہ کہ اس دفعہ حج بھی جمعہ کے دن تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قادیان کو بھی اس حج کا ایک ظل قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ بھی اس کا خدا نے ایک رنگ میں ظہور بنایا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

ہجوم خلق سے ارضِ حرم ہے [1]

نادانوں نے اس کی حکمت کو نہ سمجھتے ہوئے کہہ دیا کہ قادیانی لوگ اپنے جلسہ کو حج کہتے ہیں حالانکہ یہ پاگل پن کی بات ہے۔ نہ ہم اسے حج کہتے ہیں اور نہ جسے خدا نے حج قرار دیا اسے کوئی اور شخص منسوخ کر سکتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تو آنحضرت ﷺ کے ظل تھے۔ آپ کے شاگرد اور غلام تھے۔ حج کو تو محمد رسول اللہ ﷺ بھی بدل نہیں سکتے تھے کیونکہ وہ خدا کی مقرر کردہ چیز ہے جسے کوئی انسان بدل نہیں سکتا جو کچھ ہم کہتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہمارا جلسہ حج کا ایک ظل ہے اور کسی چیز کو ظل قرار دینے سے اصل کی شان بڑھا کرتی ہے

کم نہیں ہوا کرتی۔ اگر تم کسی چیز کو ظل قرار دو تو یہ لازمی بات ہو گی کہ اس کا کوئی اصل بھی ہو گا ورنہ اگر کوئی اصل چیز نہیں تو اس کا سایہ کہاں سے آ گیا۔ پس کسی چیز کو ظل تسلیم کرنے کے معنے یہ ہوا کرتے ہیں کہ ہم اصل کا انکار نہیں کرتے بلکہ اس کے وجود پر تصدیق کی مہر لگاتے ہیں۔ حج تو ایک ایسی چیز ہے جو ہر سال ہوتی ہے لیکن بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں جن پر زمانہ گزر جاتا ہے اور ان کا وجود نظر نہیں آتا یا بہت حد تک مشکوک ہو جاتا ہے مثلاً رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اب دنیا سے اوجھل ہے۔ آپ نے جو معجزات اور نشانات دکھائے وہ تاریخوں میں لکھے ہوئے ہیں مگر آجکل کے نو تعلیم یافتہ یا دشمن ان پر تمسخر اڑاتے ہیں اور کہتے ہیں مسلمانوں کے ہاتھ میں قلم تھا۔ انہوں نے جو چاہا، لکھ دیا۔ ایسے حالات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیدا کیا اور فرمایا تم ظلِ محمدؐ ہو یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ ہو۔ اس سایہ سے جب نہایت ہی زبردست نشانات ظاہر ہوئے جن سے خدا تعالیٰ کا چہرہ لوگوں کو نظر آنے لگ گیا تو دنیا کو ماننا پڑا کہ اصل میں بھی یہ تمام کمالات اپنی پوری شان سے موجود تھے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ ایک زندہ ثبوت اس بات کا مل گیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک انسان کی حیثیت سے بے شک فوت ہو چکے ہیں مگر ایک عظیم الشان نبی کی حیثیت سے اب تک زندہ ہیں ورنہ آج آپ کا سایہ نہ ہوتا اور نہ آپ کے سایہ سے ایسے عظیم الشان معجزات ظاہر ہوتے۔ اگر آئینہ میں کسی کا عکس پڑے اور ہمیں عکس میں اس کا ناک دکھائی دے۔ تو ماننا پڑے گا کہ جس کا سایہ ہے اس کا ناک ضرور ہے۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ آئینہ میں عکس کا تو ناک نظر آئے مگر اصل کا ناک نہ ہو یا عکس کی آنکھیں ہوں مگر اصل کی آنکھیں نہ ہوں یا عکس کے کان ہوں مگر اصل کے کان نہ ہوں یا عکس کے ہاتھ ہوں مگر اصل کے ہاتھ نہ ہوں تو جب کسی کا ظل لوگوں کے سامنے آ جائے اور اس ظل میں وہ تمام چیزیں نظر آ جائیں جن کا انکار لوگ اصل کے متعلق کیا کرتے تھے تو ماننا پڑے گا کہ اصل میں بھی وہ تمام چیزیں موجود ہیں۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان خوبیوں کا جن کا دنیا انکار کر رہی تھی۔ ایک زندہ ثبوت بہم پہنچا دیا اور اس طرح آپ کا وجود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا ثبوت ٹھہرا۔ کوئی احمق کہہ سکتا ہے کہ مرزا صاحب غلط کہتے تھے

کہ مَیں محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا ظل ہوں اور میری تمام خوبیاں آپ سے ہی حاصل کردہ ہیں۔ آپ کی یہ خوبیاں ذاتی تھیں۔ اس لئے رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی صداقت کا ثبوت نہیں ہو سکتیں۔ ہم ایسے احمقوں سے پوچھتے ہیں کہ کیا دنیا میں کوئی شخص ایسا بھی ہوتا ہے جو اپنی خوبیوں کو دوسروں کی طرف منسوب کر دے یا کوئی عالم کسی جاہل کے متعلق کہے کہ یہ مجھے پڑھایا کرتا ہے۔ ہم دنیا میں یہ تو دیکھتے ہیں کہ انسان دوسرے کی خوبی اپنی طرف منسوب کر لیتے ہیں مگر یہ کہیں دکھائی نہیں دیتا کہ لوگ اپنی خوبی دوسرے کی طرف منسوب کر دیں تم یہ تو دیکھو گے کہ کسی شخص کو کوئی عمدہ سا نکتہ سوجھ گیا۔ تو اس سے سن کر کسی اَور شخص نے اس نکتہ کو اپنی طرف منسوب کر لیا اور کہا کہ یہ بات میرے فکر کا نتیجہ ہے مگر تم یہ نہیں دیکھو گے کہ کوئی شخص اپنا ہنر دوسرے کی طرف منسوب کر دے۔ پس اگر کوئی احمق یہ بات کہے تو ہم اسے کہیں گے۔ دنیا میں کوئی شخص ایسا نہیں ہو سکتا جو اپنی خوبی دوسرے کی طرف منسوب کر دے اور اگر کوئی شخص اپنی خوبی کسی دوسرے کی طرف منسوب کرے گا تو وہ اسی وقت کرے گا۔ جب وہ دیانت دار شاگرد ہو گا اور سمجھے گا کہ یہ میری خوبی ذاتی نہیں بلکہ میرے آقا اور میرے استاد کی تعلیم کا نتیجہ ہے اور جب وہ اس بات کو تسلیم کرے گا تو لازماً تمام خوبی اس کے آقا اور استاد کی ہی سمجھی جائے گی نہ کہ شاگرد کی۔ تو ظل اصل چیز کے لئے اس کے ایک ثبوت کے طور پر ہوتا ہے۔

اس نقطۂ نگاہ کی روشنی میں حج کے ظل کا مطلب یہ بنتا ہے کہ گو آجکل ہزاروں نہیں لاکھوں لوگ دنیا کے مختلف اطراف سے حج کے لئے جاتے ہیں مگر چونکہ سینکڑوں سالوں سے ایسا ہوتا چلا آیا ہے اس لئے اب وہ زمانہ لوگوں کی نگاہ سے مخفی ہو گیا ہے جبکہ دنیا بھر کے لوگ مکہ مکرمہ کو نہیں جاتے تھے۔ اب تو جو بھی پیدا ہوتا ہے یہی دیکھتا ہے کہ مسلمان ہر سال دنیا بھر سے حج کے لئے مکہ کو جاتے ہیں۔ یورپ میں جو لوگ موجود ہیں وہ جب سے پیدا ہوئے یہی دیکھ رہے ہیں کہ مسلمان حج کے لئے جاتے ہیں۔ ان کے باپ دادا نے بھی یہی کہا کہ ہم یہی دیکھتے چلے آرہے ہیں کہ لوگ مکہ کو جاتے ہیں۔ یہ کوئی نئی بات نہیں جاوا اور سماٹرا کے لوگ بھی یہی دیکھتے ہیں کہ مسلمان ہمیشہ حج کے لئے جاتے ہیں۔ یہ کوئی نئی بات نہیں۔ انہیں عادت پڑی ہوئی ہے کہ وہ ہر سال حج کے لئے مکہ کو جائیں۔ چین کے لوگ بھی یہی دیکھتے ہیں کہ مسلمان

ہر سال حج کے لئے چلے جاتے ہیں اور وہ بھی اس کو کوئی عجیب بات نہیں سمجھتے کیونکہ جب سے وہ پیدا ہوئے۔ وہ یہی نظارہ دیکھتے چلے آرہے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ کشمکش وہ جدوجہد، وہ جنگ اور وہ لڑائی جو محمد ﷺ کو دنیا سے کرنی پڑی اور جس جنگ کے بعد لوگ مغلوب ہوئے اور آخر وہ کھچے کھچے مکہ مکرمہ کی طرف جانے لگے۔ وہ اب لوگوں کو نظر نہیں آتی۔ وہ یہی نظارہ دیکھتے چلے آرہے ہیں۔ وہ یہی سمجھتے ہیں کہ یہ ایک رسمی چیز ہے جو مسلمانوں میں پائی جاتی ہے۔ اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حج کا ایک ظل قادیان میں قائم کیا اور فرمایا کہ بتاؤ کیا یہاں لوگ آیا کرتے تھے۔ تم جانتے ہو کہ یہاں لوگ نہیں آیا کرتے تھے۔ یہ تمہاری آنکھوں دیکھی بات ہے۔ جنگل کی طرح ایک غیر آباد خطہ تھا جو دنیا سے بالکل غیر متعلق تھا مگر اب اسی جگہ اللہ تعالیٰ کے الہامات کے مطابق ساری دنیا سے لوگ کھچے ہوئے آرہے ہیں۔ جب قادیان میں تمہاری آنکھوں کے سامنے خدا تعالیٰ کا یہ عظیم الشان نشان ظاہر ہو رہا ہے تو تمہیں ماننا پڑے گا کہ ایسا ہی بلکہ اس سے بہت بڑا نشان مکہ مکرمہ میں دکھایا گیا تھا۔ پس ہمارا جلسہ حج کا ایک ظل ہے اور اس ظل نے ثابت کر دیا ہے کہ مکہ میں ہر سال لوگوں کا جمع ہونا عادتاً نہیں بلکہ بہت بڑی جدوجہد اور خدائی نشانوں کا نتیجہ ہے۔ اب اگر کوئی شخص کہے کہ لوگوں کا مکہ مکرمہ میں جانا محض ایک رسم ہے انہیں چونکہ نسلاً بعد نسلٍ وہاں جانے کی عادت پڑی ہوئی ہے اس لئے لوگ جاتے ہیں تو ہم اسے کہیں گے بے شک آج تمہیں یہ رسم دکھائی دیتی ہے کیونکہ تم ایک لمبا زمانہ گزرنے کی وجہ سے اس حالت کا پورا احساس نہیں کر سکتے جو ابتدائی زمانہ میں رسول کریم ﷺ کی تھی لیکن اگر تم اس حالت کا اندزہ نہیں لگا سکتے اور تمہارے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ مکہ میں مسلمانوں کا جانا ایک رسم ہے تو تم ہماری حالت دیکھ لو۔ کس طرح دنیا نے ہماری جماعت کا مقابلہ کیا مگر کس طرح لوگوں کی مخالفت کے باوجود ہماری جماعت خدا تعالیٰ کے فضل سے قدم بقدم ترقی کرتی چلی گئی۔ ہماری جماعت کا کسی ایک مذہب یا ایک گروہ نے مقابلہ نہیں کیا بلکہ مسلمانوں نے بھی مقابلہ کیا، ہندوؤں نے بھی مقابلہ کیا، عیسائیوں نے بھی مقابلہ کیا بلکہ اَلْکُفْرُ مِلَّۃٌ وَّاحِدَۃٌ کے مطابق جو بھی اٹھتا ہے وہ اپنی ناراضگی اور غصے کا نشانہ احمدیوں کو ہی بنانا شروع کر دیتا ہے۔ مَیں یہ نہیں کہتا کہ سارے

ایسے ہیں۔ ہر قوم میں شریف النفس لوگ بھی موجود ہوتے ہیں اور انہیں شریف النفس لوگوں میں سے کچھ آہستہ آہستہ ہماری جماعت میں شامل ہوتے رہتے ہیں مگر بالعموم ایسا ہی ہوتا ہے کہ ہر شخص خواہ وہ کسی مذہب وملت سے تعلق رکھتا ہو احمدیوں کو ہی برا سمجھتا ہے جہاں بھی کسی احمدی اور غیر احمدی کے درمیان جھگڑا ہو فوراً ہندو، سکھ اور عیسائی غیر احمدی سے مل جائیں گے اور بغیر کسی دلیل اور ثبوت کے اس کی تائید کرنا شروع کر دیں گے حالانکہ ان کو اس لڑائی میں دخل دینے کا کوئی حق نہیں ہوتا محض احمدیت کے بغض کی وجہ سے وہ دوسرے کی تائید کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ کثرت سے لوگ ہمارے پاس آتے ہیں اور وہ یہی بتاتے ہیں کہ ہر مذہب وملت کے آدمیوں کے دلوں میں آپ کی جماعت کا بغض بھرا ہوا ہے اور وہ لوگوں سے یہی کہتے ہیں کہ احمدی بہت برے ہوتے ہیں۔ ابھی پچھلے دنوں سکھ قوم کے ایک لیڈر یہاں آئے اور مجھ سے بھی ملے۔ ملتے ہی پہلی بات انہوں نے یہی کہی کہ میری آپ سے ملنے کی بڑی غرض یہ تھی کہ مَیں آپ کو اس امر کی طرف توجہ دلاؤں کہ آپ باہر سے لوگوں کو کثرت کے ساتھ یہاں بلایا کریں تاکہ ان کو پتہ لگے کہ اصل حالات کیا ہیں ورنہ باہر آپ لوگوں کے متعلق بہت کچھ غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں۔ مَیں نے کہا سردار صاحب یہ تو صحیح ہے کہ یہاں آکر لوگوں کی بہت سی غلط فہمیاں دور ہو جاتی ہیں مگر اس کا کیا علاج ہے کہ ہم تو لوگوں کو بلاتے ہیں مگر وہ نہیں آتے۔ اسی طرح گورنمنٹ آف انڈیا کے ایک بڑے افسر چودھری ظفر اللہ خان صاحب کے تعلق کی وجہ سے ایک دفعہ قادیان آئے۔ واپس جانے کے بعد وہ ایک دن مذاقاً چودھری ظفر اللہ خان صاحب سے کہنے لگے کہ آپ لوگوں کو چاہئے مجھے تنخواہ دیا کریں۔ چودھری صاحب نے پوچھا کس وجہ سے؟ انہوں نے جواب دیا کہ مَیں بھی آپ کی تبلیغ کیا کرتا ہوں اس کے بعد انہوں نے سنجیدگی سے کہا کہ مذاق برطرف۔ اصل بات یہ ہے کہ جب سے مَیں قادیان سے واپس آیا ہوں میرے پاس مسلمان، ہندو، سکھ اور عیسائی ہر مذہب وملت کے لوگ کثرت سے آئے ہیں اور ہر ایک نے مجھے یہی کہا ہے کہ آپ قادیان کیوں گئے۔ احمدی تو بہت برے ہوتے ہیں۔ یہ صاحب جن کا ذکر اوپر ہوا ہے۔ ایک بنگالی ہندو ہیں اور گورنمنٹ آف انڈیا کے ایک بہت بڑے عہدہ پر متمکن ہیں مگر انہوں نے بھی یہی کہا کہ مَیں

حیران ہوں کوئی قوم نہیں جس کے افراد آپ لوگوں کی برائی بیان نہ کرتے ہوں مگر انہوں نے کہا جب میرے پاس آپ کی جماعت کی کوئی شخص مذمت کرتا ہے تو مَیں اسے یہ جواب دیا کرتا ہوں کہ کسی مذہب کے متعلق واقفیت حاصل کرنے کے دو ہی طریق ہوا کرتے ہیں یا تو انسان اس مذہب کی کتابیں پڑھے یا خود اس مذہب کا مرکز دیکھے اور اس طرح اس کے متعلق واقفیت حاصل کرے۔ آپ بتائیں کہ آیا آپ نے احمدیت کی کتابیں پڑھی ہیں۔ اس سوال کے جواب میں وہ یہی کہتا ہے کہ مَیں نے جماعت احمدیہ کے لٹریچر کو نہیں دیکھا۔ اس پر مَیں کہا کرتا ہوں جہاں تک کتابیں نہ پڑھنے کا سوال ہے۔ مَیں اور آپ برابر ہیں اور اس لحاظ سے نہ مجھے کوئی اعتراض کا حق حاصل ہے اور نہ آپ کو کوئی اعتراض کا حق حاصل ہے۔ لیکن کسی مذہب کے متعلق واقفیت حاصل کرنے کا جو دوسرا طریق ہے۔ اسے مَیں اختیار کر چکا ہوں اور آپ لوگوں نے وہ بھی اختیار نہیں کیا۔ مَیں خود وہاں گیا تھا اور مَیں وہاں اپنی آنکھوں سے احمدیوں کے حالات کو دیکھ آیا ہوں۔ اس لئے میرے نزدیک تم جو باتیں کہتے ہو وہ بالکل غلط ہیں۔ تو دیکھو یہ ایک غیر مذہب والے کی شہادت ہے کہ مَیں حیران ہوں۔ یہ بات کیا ہے کہ ہر مذہب و ملت والا کہتا ہے کہ احمدی بہت برے ہوتے ہیں حالانکہ ہم کسی کا بگاڑتے کیا ہیں۔ جہاں تک ہو سکتا ہے، دوسروں کو خیر خواہی ہی کرتے ہیں مگر ان کی دشمنی اتنی بڑھی ہوئی ہے کہ اگر کوئی اجنبی اور غیر آدمی بھی یہاں آجائے تو اس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں کہ وہ یہاں آیا کیوں۔ گویا ہر آدمی کے دل میں ہماری عداوت پائی جاتی ہے۔ یہی عداوت تھی جس کی بناء پر عیسائیوں کی طرف سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر قتل کا ایک جھوٹا مقدمہ دائر کیا گیا اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اس میں عیسائیوں کے گواہ بن کر آئے۔ انہوں نے سمجھا کہ مَیں سچائی کی تائید کر رہا ہوں اور یہ نہ سمجھا کہ وہ اس شخص کے خلاف گواہی دینے کے لئے آئے ہیں۔ جو کہتا ہے ؎

بعد از خدا بعشقِ محمدؐ مخمرم گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم[2]

کہ مَیں خدا تعالیٰ کے عشق کے بعد محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے عشق میں مخمور ہوں۔ اگر یہ کفر ہے تو خدا تعالیٰ کی قسم میں سخت کافر ہوں۔ اور اس شخص کی تائید میں گواہی دینے کے لئے

کھڑے ہیں جو کہتا ہے کہ محمد ﷺ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ دجال ہیں۔ آخر خدا نے اسی وقت انہیں اس کی سزا دے دی اور وہ اس طرح کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی عدالت میں اس امید سے آئے تھے کہ مرزا صاحب کو نَعُوْذُ بِاللّٰہ ہتھکڑی لگی ہوئی ہو گی اور وہ ملزموں کے کٹہرے میں کھڑے ہوں گے کیونکہ یہ مقدمہ ایک پادری کی طرف سے تھا اور ڈپٹی کمشنر جس کی عدالت میں یہ مقدمہ پیش تھا۔ وہ بھی پادری نما تھا۔ پس وہ سمجھتے تھے کہ مرزا صاحب کو ہتھکڑی لگی ہوئی ہو گی اور وہ ذلت کے ساتھ ملزموں کے کٹہرے میں کھڑے ہوں گے مگر جب وہ عدالت میں پہنچے تو انہوں نے کیا دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بجائے ملزموں کے کٹہرے میں کھڑے ہونے کے نہایت اعزاز کے ساتھ ڈپٹی کمشنر کے پہلو میں کرسی پر بیٹھے ہیں۔ آپ پر قتل کا الزام تھا مگر الٰہی تصرف کے ماتحت ڈپٹی کمشنر نے اپنے پاس ایک کرسی بچھا دی اور آپ کو ملزموں کے کٹہرے میں کھڑا کرنے کی بجائے اس پر بٹھا دیا۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی جو آپ کی ذلت دیکھنے کے لئے عدالت میں آئے تھے۔ انہوں نے جب اس طرح آپ کو عزت کے ساتھ ڈپٹی کمشنر کے پاس کرسی پر بیٹھے ہوئے دیکھا تو ان کے تن بدن میں آگ سی لگ گئی کہ اگر مرزا صاحب کو ہتھکڑی نہیں لگائی گئی تو کم سے کم انہیں ملزموں کے کٹہرے میں تو کھڑا ہونا چاہیئے تھا پھر انہیں یہ اور ذلت محسوس ہوئی کہ اب تو مَیں گواہ کی حیثیت سے کٹہرے میں کھڑا ہوں گا اور مرزا صاحب کرسی پر بیٹھے ہوئے ہوں گے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہ بات ان کی برداشت سے باہر ہو گئی اور انہوں نے ڈپٹی کمشنر سے کہا۔ صاحب آپ نے ملزم کو کرسی دے رکھی ہے، مجھے بھی عدالت میں کرسی ملنی چاہیئے۔ ڈپٹی کمشنر کہنے لگا تم گواہ ہو اور ہر گواہ کو کرسی نہیں ملا کرتی۔ انہوں نے کہا مَیں تو گواہ ہوں۔ آپ نے جب ملزم کو کرسی دے رکھی ہے تو مجھے کیوں کرسی نہیں دی جاتی۔ ڈپٹی کمشنر کہنے لگا ہمارے پاس پنجاب کے رؤساء کی لسٹیں موجود ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ کس کو کرسی ملنی چاہیئے اور کس کو نہیں ملنی چاہیئے۔ مرزا صاحب کے خاندان سے ہم واقف ہیں اور جانتے ہیں کہ گورنمنٹ ان کے خاندان کو کس عزت کی نگاہ سے دیکھتی چلی آئی ہے۔ اس لئے انہیں جائز طور پر کرسی دی گئی ہے۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی یہ جواب سن کر بھی خاموش نہ رہے اور کہنے لگے۔

صاحب! مَیں لاٹ صاحب کے پاس ملنے کے لئے جاتا ہوں تو وہ مجھے کرسی دیتے ہیں آپ مجھے کیوں کرسی نہیں دیتے۔ اس پر ڈپٹی کمشنر کو غصہ آگیا اور کہنے لگا اگر ایک چوہڑا بھی ہمیں اپنے مکان پر ملنے کے لئے آئے تو ہم اسے کرسی دے دیتے ہیں مگر یہ عدالت کا کمرہ ہے، ملاقات کا کمرہ نہیں۔ اس پر پھر انہوں نے اصرار کیا۔ آخر ڈپٹی کمشنر نے انہیں کہا بک بک مت کر، پیچھے ہٹ اور جوتیوں میں کھڑا ہو جا۔ معلوم ہوتا ہے وہ جوش کی حالت میں کچھ آگے بڑھ آئے ہوں گے۔ جس پر انہیں کہنا پڑا کہ پیچھے ہٹ اور جوتیوں میں کھڑا ہو جا۔ وہاں سے اپنی ذلت کروا کے باہر نکلے تو برآمدہ میں ایک کرسی پڑی ہوئی تھی۔ اس کرسی پر وہ بیٹھ گئے اور انہوں نے خیال کیا کہ جب لوگ مجھے یہاں کرسی پر بیٹھا ہؤا دیکھیں گے تو خیال کریں گے کہ اندر بھی اسے کرسی ملی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے یہ قانون مقرر کیا ہؤا ہے کہ نوکر اکثر آقا کے پیچھے چلتے ہیں، عدالت کا چپڑاسی برآمدہ میں موجود تھا وہ بٹالہ یا گورداسپور کا ہوگا اور اس ضلع میں رہنے کی وجہ سے وہ جانتا ہوگا کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی لوگوں کے دلوں میں کس قدر عزت ہے مگر کسی نے کہا ہے ہم راجہ کے نوکر ہیں بینگن کے نہیں۔ چپڑاسی بھی اندر تمام باتیں سن چکا تھا اور دیکھ چکا تھا کہ ڈپٹی کمشنر ان پر سخت ناراض ہوئے ہیں۔ چنانچہ جب وہ برآمدہ میں کرسی پر بیٹھ گئے تو چپڑاسی دوڑا دوڑا آیا اور کہنے لگا مولوی صاحب یہاں نہ بیٹھئے۔ یہاں آپ کو بیٹھنے کی اجازت نہیں اور یہ کہتے ہی اس نے کرسی ان کے نیچے سے کھینچ لی۔ وہاں سے اٹھے تو باہر ہجوم میں آگئے اور خیال کیا کہ یہاں کوئی اچھی سی جگہ مل جائے تو یہیں بیٹھ جاؤں۔ کچھ یہ بھی خیال تھا کہ ان لوگوں میں سے تو اکثر مرزا صاحب کے مخالف ہیں۔ اس لئے ضرور مجھے اچھی جگہ مل جائے گی اتفاقاً وہاں کسی شخص نے اپنی چادر بچھائی ہوئی تھی۔ مولوی صاحب فوراً اس چادر پر بیٹھ گئے مگر خدا تعالیٰ نے یہاں بھی ان کی ذلت کا سامان کر دیا۔ چادر کے مالک نے جب انہیں اپنی چادر پر بیٹھے دیکھا تو وہ دوڑا دوڑا آیا اور کہنے لگا میری چادر چھوڑ دو۔ تم نے تو میری چادر پلید کر دی تم ایک عیسائی کی تائید میں ایک مسلمان کے خلاف گواہی دینے کے لئے آئے ہو۔ آخر مولوی صاحب کو وہاں سے بھی ذلت کے ساتھ اٹھنا پڑا۔

تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے بڑے بڑے

نشانات دکھائے گئے ہیں۔ مگر اس کے باوجود اب تک آپ کی اور آپ کی جماعت کی ہر مذہب وملت کے آدمیوں کے دلوں میں مخالفت پائی جاتی ہے۔ آخر یہ حد درجہ کی مخالفت کی دلیل نہیں تو اَور کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ کو دجال کہنے والے کی تائید کی گئی اور وہ شخص جو رسول کریم ﷺ کو دجال کہنے والوں سے لڑتا تھا۔ اس کے خلاف عدالتوں میں گواہی دی گئی اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے عیسائیوں کا گواہ بن کر آپ کے خلاف شہادت دی۔ اس سے تم سمجھ لو کہ ہمارے خلاف لوگوں کے دلوں میں کس قدر بغض بھرا ہوا ہے۔

مجھے ہمیشہ یاد رہتا ہے مَیں چھوٹا بچہ تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک دفعہ ملتان تشریف لے گئے۔ مَیں بھی آپ کے ساتھ تھا۔ میری عمر اس وقت 7-8 سال کی تھی۔ اس سفر کے صرف دو واقعات مجھے یاد ہیں۔ یوں تو بعض واقعات مجھے اس وقت کے بھی یاد ہیں جبکہ میری عمر صرف دو سال کی تھی بلکہ ابھی چند دن ہوئے ایک دوست نے ایک واقعہ بتایا جو مجھے بھی یاد آ گیا اور اس کی جو تاریخ انہوں نے بتائی اس کے لحاظ سے میری عمر اس وقت ایک سال کی بنتی ہے۔ پس مجھے اتنی چھوٹی عمر کے بعض واقعات یاد ہیں لیکن اس سفر کی صرف دو باتیں میرے ذہن میں ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ واپسی پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام لاہور میں ٹھہرے۔ وہاں ان دنوں مومی تصویریں دکھائی جارہی تھیں جن سے مختلف بادشاہوں اور ان کے درباروں کے حالات بتائے جاتے تھے۔ شیخ رحمت اللہ صاحب مالک انگلش ویئر ہاؤس جو ان دنوں "بمبئی ہاؤس" کہلاتا تھا۔ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا کہ یہ ایک علمی چیز ہے۔ آپ اسے دیکھنے کے لئے تشریف لے چلیں مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انکار کر دیا۔ اس کے بعد انہوں نے مجھ پر زور دینا شروع کر دیا کہ مَیں چل کر وہ مومی مجسمے دیکھوں۔ مَیں چونکہ بچہ تھا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے پڑ گیا کہ مجھے یہ مجسمے دکھائے جائیں چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام میرے اصرار پر مجھے اپنے ساتھ لے گئے۔ مختلف بادشاہوں کے حالات تصویروں کے ذریعہ دکھائے گئے تھے جن میں بعض کی موتوں اور بعض کی بیماریوں وغیرہ کا نقشہ کھینچا گیا تھا۔ پس ایک تو یہ واقعہ مجھے یاد ہے۔ دوسرا واقعہ جو مجھے یاد ہے وہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

کی لاہور کے اندر کسی نے دعوت کی اور آپ اس میں شامل ہونے کے لئے تشریف لے گئے۔ کچھ اثر میرے دل پر یہ بھی ہے کہ دعوت نہیں تھی بلکہ مفتی محمد صادق صاحب یا ان کا کوئی بچہ بیمار تھا اور آپ انہیں دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ بہر حال شہر کے اندر سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام واپس آرہے تھے کہ سنہری مسجد کی سیڑھیوں کے پاس مَیں نے ایک بہت بڑا ہجوم دیکھا جو گالیاں دے رہا تھا اور ایک شخص ان کے درمیان کھڑا تھا۔ ممکن ہے وہ کوئی مولوی ہو اور جیسے مولویوں کی عادت ہوتی ہے وہ شاید اپنی طرف سے بے موقع چیلنج دے رہا ہو۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی گاڑی پاس سے گزری تو ہجوم کو دیکھ کر مَیں نے سمجھا کہ یہ بھی کوئی میلہ ہے۔ چنانچہ مَیں نے نظارہ دیکھنے کے لئے گاڑی سے اپنا سر باہر نکالا۔ اس وقت کا یہ واقعہ مجھے آج تک نہیں بُھولا کہ مَیں نے دیکھا۔ ایک شخص جس کا ہاتھ کٹا ہوا تھا اور جس پر ہلدی کی پٹیاں بندھی ہوئی تھیں وہ بڑے جوش سے اپنے ٹنڈے ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر مار مار کر کہتا جا رہا تھا "مرزا دوڑ گیا، مرزا دوڑ گیا۔"

اب دیکھو ایک شخص زخمی ہے، اس کے ہاتھ پر پٹیاں بندھی ہوئی ہیں مگر وہ بھی مخالفت کے جوش میں یہ سمجھتا ہے کہ مَیں اپنے ٹنڈے ہاتھ سے ہی نَعُوْذُ بِاللّٰہ احمدیت کو دفن کر آؤں گا۔ یہ کیسی خطرناک دشمنی ہے جو لوگوں کے قلوب میں پائی جاتی ہے اور کس کس طرح انہوں نے زور لگایا کہ لوگ قادیان میں نہ آئیں اور احمدیت کو قبول نہ کریں۔ ایسے کئی لوگ احمدیوں میں موجود ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں قادیان آنے کے ارادہ سے بٹالہ تک آئے مگر پھر ان کو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے واپس کر دیا۔ چنانچہ مَیں نے سنا ہے کہ مولوی عبد الماجد صاحب بھاگلپوری بھی اسی لئے شروع میں احمدیت قبول کرنے سے محروم رہے کہ جب وہ بٹالہ میں آئے تو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے ان کو ورغلا کر واپس کر دیا اور یہی مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا روزانہ کا مشغلہ رہتا تھا۔ وہ ہر روز ریل پر جا پہنچتے اور جب بعض لوگ قادیان جانے کے ارادہ سے اترتے تو وہ انہیں کہتے کہ وہاں جا کر کیا لوگے، وہاں گئے تو ایمان خراب ہو جائے گا اور کئی لوگ انہیں عالم سمجھ کر واپس چلے جاتے اور خیال کرتے کہ مولوی محمد حسین صاحب جو کچھ کہہ رہے ہیں یہ سچ

ہی ہو گا۔ ایک دفعہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی سٹیشن پر گئے تو انہیں کوئی مہمان نہ ملا اور کبھی کبھی ایسا ہو جایا کرتا تھا کہ کوئی مہمان نہیں آتا تھا۔ انہیں جب اور کوئی شخص نہ ملا تو اتفاقاً انہوں نے پیراں دتّےّ کو دیکھ لیا۔ یہ ایک فاتر العقل شخص تھا اور گنٹھیا کی وجہ سے اس کا سارا جسم مارا گیا تھا۔ اس کے رشتہ داروں کو بعض لوگوں نے بتایا کہ تم اسے قادیان لے جاؤ وہاں مرزا صاحب اس کا مفت علاج کر دیں گے اور اس کی خبر گیری بھی کریں گے چنانچہ اس کے رشتہ دار اسے یہاں چھوڑ کر چلے گئے۔ وہ بالکل وحشی اور اجڈ تھا۔ بعض دفعہ مٹی کے تیل کی بوتل پی جایا کرتا تھا۔ لوگ اسے چار آنے دیتے تو وہ مٹی کے تیل کی بوتل منہ لگا کر پی جاتا یا دال میں ڈال کر کھالیتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کا علاج کیا اور وہ اچھا ہو گیا۔ اس احسان کا اس کی طبیعت پر ایسا اثر ہوا کہ پھر وہ قادیان چھوڑ کر نہیں گیا۔ اس کے رشتہ داروں کو جب معلوم ہوا کہ پیرا اچھا ہو گیا ہے تو وہ اسے واپس لے جانے کے لئے آئے اور چاہا کہ وہ پھر زمیندارہ کام میں ان کا ہاتھ بٹائے مگر اس نے واپس جانے سے انکار کر دیا اور کہا کہ تم مجھے چھوڑ کر چلے گئے تھے مَیں تمہارے ساتھ نہیں جا سکتا۔ بے شک تم میرے رشتہ دار ہو مگر اب میرے رشتہ دار وہی ہیں جنہوں نے میرا علاج کیا۔ چنانچہ وہ یہیں رہا اور یہیں فوت ہوا۔ اسے اسلام اور احمدیت کی کوئی سمجھ نہیں تھی۔ نماز وہ نہیں پڑھتا تھا اور اگر نماز اسے یاد کرائی جاتی تھی تو وہ اسے یاد نہیں ہوتی تھی۔ بہت دفعہ ایسا ہوا کہ اسے نماز کا کوئی سبق دیا گیا مگر دو دو تین تین مہینہ کے بعد جب اسے کہا جاتا کہ نماز سناؤ تو وہ کہہ دیتا کہ آندی تے سی پر بھل گئی ہے۔ یعنی آتی تو تھی مگر بھول گئی ہے۔ حضرت خلیفہ اول نے ایک دفعہ اس کے لئے انعام مقرر کیا اور فرمایا پیرے! اگر تم ایک دن پانچوں نمازیں وقت پر پڑھ لو تو تمہیں دو روپے انعام دوں گا۔ اس نے شاید عشاء کی نماز شروع کی اور جوں توں کر کے چار نمازیں پڑھ لیں۔ آخری نماز اس کی مغرب کی تھی۔ وہ مغرب کی فرض نماز میں شامل ہوا۔ ان دنوں مہمانوں کا کھانا ہمارے گھر میں تیار ہوا کرتا تھا۔ مغرب کی نماز میں اندر سے اس عورت نے جو کھانا لایا کرتی تھی زور سے پیرے کو آوازیں دینی شروع کر دیں کہ پیرے کھانا تیار ہے۔ مہمانوں کے لئے لے جا۔ اس وقت نماز ہو رہی تھی اور پیرا بھی جماعت میں شامل تھا۔ آخری تشہد میں تھا جب اس عورت

نے زور سے آواز دی کہ پیرے! اتنی آوازیں دی ہیں تُو جواب نہیں دیتا، کھانا لے جا، نہیں تو مَیں تیری شکایت کر دوں گی۔ اس پر پیرے نے تشہد میں ہی جواب دیا کہ ٹھہر جا تھوڑی سی نماز رہ گئی ہے۔ اَلتَّحِیَّات پڑھ لوں تو آتا ہوں۔ غرض وہ بہت ہی موٹی عقل کا آدمی تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اگر کبھی کوئی تار دینا ہوتا تو آپ اسے بٹالے بھجوا دیا کرتے تھے یا کبھی کوئی ریلوے کا پارسل آیا ہوتا تو آپ اسے بٹالے بھجوا دیتے۔ اس طرح اکثر مہینہ میں پانچ سات پھیرے وہ بٹالے کے کیا کرتا تھا۔ ایک دن مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو جب اور کوئی مہمان نہ ملا تو انہوں نے پیرے کو ہی پکڑ لیا۔ پیرا بھی چونکہ اکثر بٹالے جایا کرتا تھا اس لئے وہ بھی جانتا تھا کہ مولوی صاحب قریباً روزانہ سٹیشن پر آتے اور ان لوگوں کو جو قادیان جانا چاہتے ہیں وہاں جانے سے روکتے ہیں جس پر بعض لوگ واپس چلے جاتے ہیں اور بعض پھر بھی قادیان آ جاتے ہیں۔ مولوی صاحب نے سمجھا کہ آج اگر اور کوئی نہیں ملا تو چلو پیرے کو ہی سمجھائیں۔ چنانچہ وہ پیرے سے کہنے لگے۔ پیرے تو اپنی عاقبت کیوں خراب کر رہا ہے۔ مرزا صاحب تو کافر ہیں۔ ان کے ساتھ تعلق رکھنے کی وجہ سے تیرا ایمان بھی خراب ہو گیا ہے اور وہاں قادیان میں تو یہ بے دینی ہے، وہ بے دینی ہے تُو ان کے پیچھے چل کر کیوں خراب ہو رہا ہے۔ پیرا بیچارہ سنتا رہا۔ آخر جب مولوی صاحب اپنا جوش نکال چکے تو پیرا کہنے لگا۔ مولوی صاحب مجھے تو مسئلوں کی نہ وہاں سمجھ آتی ہے اور نہ یہاں سمجھ آتی ہے۔ لیکن ایک بات مَیں جانتا ہوں اور وہ یہ کہ مَیں یہاں ہمیشہ تاریں دینے یا پارسل وغیرہ لینے کے لئے آتا رہتا ہوں اور مَیں ہمیشہ دیکھتا ہوں کہ آپ لوگوں کو ورغلا رہے ہوتے ہیں اور انہیں قادیان جانے سے منع کرتے ہیں۔ اس کوشش میں آپ کی اب تک شاید کئی جوتیاں گھس گئی ہوں گی مگر آپ کی پھر بھی کوئی نہیں سنتا اور دوسری طرف مَیں یہ دیکھتا ہوں کہ مرزا صاحب گھر میں بیٹھے ہوئے ہیں مگر لوگ دور دور سے ان کی طرف کھچے چلے جاتے ہیں۔ میرے نزدیک تو اس سے مرزا صاحب ہی سچے ثابت ہوتے ہیں۔

اب دیکھو یہ وہی بات ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس شعر میں بیان فرمائی کہ۔

ہجومِ خلق سے ارضِ حرم ہے

آج دنیا ہماری شدید ترین مخالف ہے مگر پھر بھی خدا تعالیٰ اپنی نصرت و تائید کا یہ کیسا عظیم الشان نشان دکھلاتا چلا آرہا ہے کہ لوگ دور دور سے اور نہایت کثرت کے ساتھ قادیان آتے ہیں بلکہ ایسے ایسے علاقوں سے لوگ قادیان آتے ہیں کہ نہ ان کی زبان کو ہم سمجھتے ہیں اور نہ ہماری زبان کو وہ سمجھتے ہیں۔ وہ مسکرا مسکرا کر ہی اپنی دلی خواہش کو پورا کر کے چلے جاتے ہیں۔ ان کے مسکرانے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہمیں الفاظ کے ذریعہ اپنی دلی محبت کا اظہار کرنا نہیں آتا۔ آپ ہمارے مسکرانے سے ہی سمجھ لیجئے کہ ہمارے دل میں ایمان پایا جاتا ہے۔ پس حج اور جلسہ دونوں کو جمعہ کے دن دیکھ کر مَیں نے ایک نیک فال سمجھی۔ اگر اتفاقیہ طور پر ہمارا جلسہ جمعہ کے دن شروع ہوتا تو یہ بالکل اور بات ہوتی مگر اس دفعہ اللہ تعالیٰ جبراً ہمارے جلسہ کو جمعہ کے دن لے آیا اور اس نے ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ ہم مجبور ہو گئے کہ جمعہ کے دن ہی اپنے جلسہ کو شروع کریں۔ پس مَیں نے اس فال سے سمجھا کہ شاید اللہ تعالیٰ قریب زمانہ میں ہی احمدیت کی ترقی کی کوئی ایسی صورت پیدا کرنے والا ہے جو مکہ کے ساتھ اس کے ظل ہونے کے لحاظ سے وابستہ ہے اور اس ترقی کا نفاذ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت جلد ہونے والا ہے کیونکہ ان دونوں ہجوموں کو ایک نئے حادثہ اور غیر طبعی حالات نے اکٹھا کر دیا ہے اور دونوں جمعہ کے دن ہی ہوئے ہیں۔ پس آج جبکہ ہمارا جلسہ شروع ہے۔ مَیں اپنے ان طبعی جذبات کے اظہار سے نہیں رک سکا۔ باقی ہمیں چاہیئے کہ ہم بھی اللہ تعالیٰ کی تقدیر کو جلد سے جلد پورا کرنے کی کوشش کریں اور اپنی تمام طاقتیں اس غرض کے لئے وقف کر دیں۔ اگر خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ پھر اسلام کی ترقی ہو اور پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ساری دنیا کو کھینچ کر لائے اور ہماری طبعی خواہش بھی یہی ہے کہ ضرور ایسا ہو۔ تو ہمیں بھی خدا تعالیٰ کے اس ارادہ کو پورا کرنے کے لئے دن رات ایک کر دینا چاہیئے۔ یاد رکھو بعض وقت چھوٹے چھوٹے کاموں اور چھوٹی چھوٹی محنتوں کا بہت بڑا اجر مل جاتا ہے۔ دنیا میں اس قسم کے کئی واقعات ہوتے ہیں کہ کوئی بادشاہ کسی جنگل میں سے گزر رہا ہوتا ہے، اسے سخت پیاس لگی ہوئی ہوتی ہے مگر پانی کہیں نہیں ملتا۔ اتفاقاً پاس ہی کوئی جھونپڑی دکھائی دیتی ہے اور اس میں بیٹھے ہوئے شخص کے پاس پانی ہوتا ہے۔ وہ ایک

کٹورا بھر کر بادشاہ کو پلا دیتا ہے اور بادشاہ ایسا خوش ہوتا ہے کہ اسے انعام میں بڑی بڑی جاگیریں دے دیتا ہے حالانکہ اس سے پہلے کئی لوگ بڑے بڑے تحفے پیش کر چکے ہوتے ہیں اور انہیں کچھ نہیں ملتا۔ تو کئی مواقع ایسے ہوتے ہیں جب تھوڑا سا کام بھی بہت بڑی مقبولیت حاصل کر لیتا ہے۔ یہ زمانہ بھی ایسا ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی برکات کے حصول کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا ہے مگر آج اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دینے کے لئے بیٹھا ہوا ہے۔ وہ کہتا ہے مانگو کہ مَیں تمہیں دوں۔ ایسے وقت میں جبکہ خدا تعالیٰ دینے پر تیار بیٹھا ہو وہ شخص بڑا ہی بدقسمت ہو گا جو یہ کہے کہ مَیں لینے کے لئے تیار نہیں۔ پس ہمیں چاہئے کہ ہم ان دنوں سے فائدہ اٹھائیں اور اللہ تعالیٰ سے ہر وقت دعائیں کریں۔ اپنے لئے بھی اور اسلام کی ترقی اور عظمت کے لئے بھی کہ خدا تعالیٰ ہمارے گھروں کو اپنی نعمتوں سے بھرے اور اسلام اور احمدیت کے گھر کو بھی اپنے فضلوں سے بھر دے۔ وہ اسلام اور احمدیت کو سچے دیندار بخشے جو خلوص کے ساتھ اس کی خدمت کرنے والے ہوں اور ہمیں سچے دیندار دل عطا فرمائے جو دین کی خدمت کے لئے ہر وقت تیار رہیں۔ اللہ تعالیٰ اسلام کو تو یقیناً ترقی عطا فرمائے گا ہماری دعا صرف یہ ہے کہ اسلام کے تخت پر جو موتی جڑے جائیں ان میں سے ایک ہم بھی ہوں اور ہماری اولادیں بھی ہوں۔"

(الفضل 24 جنوری 1943ء)

1: درثمین اردو صفحہ 56

2: درثمین فارسی صفحہ 112۔ مطبوعہ نظارت اشاعت ربوہ